کتاب نما

کشمیر میں تحریک مزاحمت' ڈاکٹر طاہر امین۔ مترجم: عبداللطیف الفت۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' مرکز ایف سیون' اسلام آباد۔ صفحات: ۱۹۲۔ قیمت: درج نہیں [مع منتخب کتابیات: اردو' انگریزی]۔

اگرچہ ۱۹۴۷ سے ۱۹۴۹ تک' پھر ۱۹۶۵ میں اور اس کے بعد ۱۹۷۱ کے دوران مقبوضہ جموں و کشمیر میں حصول آزادی کے لیے مسلمانوں کی جہادی سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں مگر بعدازاں ان سرگرمیوں میں تسلسل اور تحرک قائم نہ رہا' البتہ اندر ہی اندر چنگاری سلگتی رہی۔ اب ۱۹۸۸ سے شروع ہونے والی تحریک حریت کشمیر نے عظمت جہاد' جاں بازی اور فدا کاری کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں' جو تاریخ میں خال خال دکھائی دیتی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب کے مصنف پروفیسر طاہر امین ان دنوں کیمبرج یونی ورسٹی میں "اقبال چیر فار اسلامک اسٹڈیز" پر فائز ہیں۔ موصوف عالمی امور پر نظر رکھنے والے ایک ممتاز محقق اور بالغ نظر تجزیہ نگار ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ' موجودہ تحریک جہاد کشمیر کے آغاز' اس کے ارتقا' اور مستقبل کے امکانات پر بحث کی ہے۔

آج جب کہ امریکہ اور عالمی سطح پر اس کے حلیف طفیلی ادارے اہل کشمیر کی قسمت کو اپنی من مانی کی بھینٹ چڑھانے پر تلے دکھائی دیتے ہیں' زیر نظر کتاب میں اٹھائے گئے نکات گہرے غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو حوادث زمانہ نے پاکستان کی قسمت کا امین بنا دیا ہے' انھیں چاہیے کہ وہ فائل بردار ملازمین اور قلم بکف کالم نگاروں کی اڑائی ہوئی گرد اور عالمی محوری قوتوں کے کھودے ہوئے گڑھے میں گرنے یا منزل کھوٹی کرنے سے اجتناب کریں۔

کشمیر کی تحریک جہاد سے قلبی وابستگی رکھنے کے باوجود مصنف کا رویہ غیر جذباتی' معروضی اور حقیقت پسندانہ ہے۔ مجاہدین کی قابل تحسین کارروائیوں پر داد دینے اور ان کی لذت ایمانی پر آش آش کر اٹھنے کے ساتھ ساتھ ان کا قلم خود احتسابی کے منصب سے غافل نہیں رہا۔ مثال کے طور پر وہ لکھتے ہیں: "کشمیریوں کی مسلح جدوجہد کی توانائی اور گیرائی میں ہی کشمیر کے مسئلے کا حل پوشیدہ ہے..... جہادی سرگرمیوں کا جائزہ لے کر ان کی قوت اور کمزوریوں کا ادراک حاصل کرنا نہایت ضروری ہے' تاکہ مسئلے کے حل کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکے" (ص ۱۱۵-۱۱۶)--- ان کے باہمی اختلافات' سیاسی اور فوجی حکمت عملی میں باہمی رابطے کا

فقدان وہ اسباب ہیں' جن کی بنا پر وہ بھارت کو اس حد تک زچ نہیں کر سکے کہ صورت حال اس کے قابو سے نکل جائے۔ اگر تحریک مزاحمت ان کمزوریوں پر قابو پا لے تو اس میں اتنا دم خم ہے کہ وہ کشمیر میں بھارت کا موجود رہنا اس کے لیے ایک مہنگا سودا بنا دے۔ ... [اور وہ] ... کشمیری عوام سے ان کی مرضی کے مطابق بات چیت کرنے پر مجبور ہو جائے"۔ (ص ۹۷-۹۸)۔

اختلاف کے اس تذکرے کا ایک پہلو وہ یہ بیان کرتے ہیں: "کشمیری تحریک مزاحمت [میں] لبریشن فرنٹ اور اس کے ساتھ چند چھوٹی چھوٹی تنظیمیں یہ چاہتی ہیں کہ استصواب میں کشمیر کو آزاد رکھنے کا متبادل راستہ بھی موجود ہونا چاہیے۔ [جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کی حلیف] حزب المجاہدین اور اس طرح کی تنظیمیں اس کے برعکس اقوام متحدہ کی قراردادوں پر جوں کا توں عمل چاہتی ہیں' تاکہ پاکستان کے ساتھ الحاق کی راہ ہموار ہو سکے..... ان متضاد نقطہ ہاے نظر نے باہمی متصادم حکمت عملی کی راہ ہموار کی ہے' جس کا بھارت پورا فائدہ اٹھا رہا ہے ..... [ان] مزاحمتی گروپوں کے درمیان اختلاف ان کی فوجی کامیابیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے" (ص ۱۵۰-۱۵۱)۔

اسی طرح انھوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ: "بھارتی دعووں کے برعکس تحریک [جہاد کشمیر] کے ابھرنے کے سلسلے میں [حکومت] پاکستان کا عمل دخل محض سطحی ہے..... [اس حوالے سے] بھارتی خفیہ ایجنسیوں نے (حکومت) پاکستان کو ذرا زیادہ ہی خراج تحسین پیش کر دیا ہے..... حقیقت یہ ہے کہ [گذشتہ دس برسوں کے دوران] پاکستان کی مختلف حکومتیں کشمیری مزاحمت کی حمایت سے جھجکتی رہی ہیں۔ اس تحریک کو موثر حمایت ملی ہے تو وہ صرف پاکستانی عوام کی طرف سے ملی ہے۔ پاکستانی رائے عامہ نے ہی مختلف حکومتوں کو مجبور کیا کہ وہ کشمیر کے مسئلے پر کوئی سمجھوتہ نہ کریں" (ص ۱۸۲-۱۸۳)۔

کتاب کے پیش لفظ میں مدیر ترجمان القرآن پروفیسر خورشید احمد نے بجا طور پر لکھا ہے کہ: مصنف کا سرچشمہ ان کی گہری بصیرت ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے کرسی نشین اسکالروں' جذباتی طور پر غیر متعلق محققوں' نیز معمول کی کارروائی میں غرق بیورو کریٹس کی آرا کو نظرانداز کیا ہے۔ ان کی تحقیق کی بنیاد افغانستان اور کشمیر کے حالات کے گہرے شعور' بھارت کے موقف کے مختلف پہلوؤں کے محتاط نفسیاتی تجزیے اور تحریک مزاحمت کے جذبوں سے ہمدردانہ ہم آہنگی پر رکھی گئی ہے" (ص ۱۴)۔

اصل کتاب انگریزی میں ہے۔ جناب عبداللطیف الفت نے بڑی محنت سے رواں دواں ترجمہ کر کے کتاب کی ابلاغی سطح کو موثر انداز میں نمایاں کیا ہے (سلیم منصور خالد)۔

قرطاس اقبال، پروفیسر محمد منور۔ ناشر: اقبال اکادمی پاکستان، چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور۔ صفحات: ۳۲۸۔ قیمت: ۱۷۵ روپے۔

پروفیسر محمد منور صاحب کی شخصیت اہل پاکستان خصوصاً علمی و ادبی اور صحافتی و اقبالی حلقوں کے لیے محتاج تعارف نہیں۔ بنیادی طور پر وہ ایک معلم رہے ہیں، اس کے ساتھ وہ ایک ادیب، شاعر، مقرر اور ان حیثیتوں سے بھی بڑھ کر ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والے، محب وطن پاکستانی ہیں۔ ان کی زندگی بھر کی سرگرمیاں ملت کی سربلندی و سرفرازی کی تمنا پر مرکوز رہی ہیں۔ انھوں نے زیادہ تر علامہ اقبال، قائداعظم اور پاکستان سے متعلق موضوعات ہی پر قلم اٹھایا ہے۔ دو قومی نظریے کی صداقت، بھارت کے برہمنی چہرے، قائداعظم کی منفرد قیادت اور علامہ اقبال کی نابغہ روزگار شخصیت پر ان کے سیکڑوں مضامین اور متعدد کتابیں منظرعام پر آچکی ہیں۔ زیرنظر کتاب اس سلسلے کی تازہ کڑی ہے۔

قرطاس اقبال میں چند ایک مقالے تحقیقی و تنقیدی اور عالمانہ نوعیت کے ہیں، جیسے: اقبال بہ حضور آدم، یا علامہ اقبال اور اصول حرکت، یا علامہ اقبال اور آدم کی خود گریزی، مگر بیشتر مضامین اقبالیات کے عمومی موضوعات پر ہیں۔ یہ مختصر ہیں اور زیادہ تر ان کے مخاطب نوجوانان پاکستان ہیں۔ ان کا محرک نژاد نو کے لیے سوز و دردمندی اور راہنمائی کا جذبہ ہے۔ یہ مضامین، فکر اقبال کی نہایت عمدہ ترجمانی اور توضیح کے ساتھ قاری کا تعلق زندگی کے حیات افروز پہلوؤں اور زندہ مسائل سے جوڑتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے ہدایت الٰہی کی صداقت و حقانیت، محبت رسولؐ، ختم نبوت، اسباب زوال امت، برعظیم ہندو پاکستان کا مسلم معاشرہ، ہندو ذہنیت، مطالبہ پاکستان کے محرکات، حصول پاکستان کے مراحل، اپنوں کی منافقت و غداری، غیروں کی سازشیں، سیاست دانوں کی ہوس پرستی اور دانش وروں کی کم عقلی وغیرہ پر کلام کیا ہے۔ ایک ایسے ماحول میں، جہاں چاروں طرف نفس پرستی، فتنہ انگیزی، تفرقہ پروری اور یاس انگیز قوتوں کا غلبہ ہے، ان مضامین کو پڑھتے ہوئے قاری کو ایک حوصلہ ملتا ہے اور وہ عزم و یقین اور ایک باطنی حرارت سے مالا مال و سرشار ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد منور صاحب نے اس بات پر زور دیا ہے کہ علامہ اقبال بدترین حالات میں بھی کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: میں نے بعض عزیزوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علامہ آج زندہ ہوتے تو پاکستان کو چھوڑ کر بھاگ جاتے، کوئی پوچھے، کہاں بھاگ جاتے؟ وہ تو عالم اسلامی کی مکمل غلامی کا منظر دیکھ کر بھی مایوس نہ ہوئے:

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسا اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

پروفیسر موصوف' افراد امت کی تمام تر کوتاہیوں اور بداعمالیوں کے باوجود' امت کے روشن مستقبل کے بارے میں پرامید ہیں۔ ان کے بہ قول: "اس وقت ہم مسلمان' حالت جنگ میں ہیں۔ دنیا بھر میں ہمیں' علامہ اقبال کے نغمہ ہاے پربہار کی ضرورت ہے"۔

زیرنظر مجموعہ مضامین مایوس دلوں میں امید اور روشنی کی جوت جگانے کی ایک قابل تحسین کوشش ہے' اور ذخیرۂ اقبالیات میں ایک بامعنی اضافہ (رفیع الدین ہاشمی)۔

حضرت بلال ؓ کے دیس میں' حافظ محمد ادریس' ناشر: مکتبہ احیاے دین' منصورہ' لاہور۔ صفحات: ۲۳۳۔ قیمت: ۸۰ روپے۔

دعوت دین کے سلسلے میں' منصبی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ' حافظ محمد ادریس صاحب کا قلم بھی رواں دواں رہتا ہے۔ وہ اب تک پندرہ کتابیں تصنیف و تالیف اور ترجمہ کرچکے ہیں۔

انھوں نے دنیا کے دسیوں ممالک کا سفر کیا ہے۔ وہ اپنی سیاحت کی روداد پر مشتمل اکادکا مضامین بھی لکھتے رہتے ہیں' لیکن کتابی صورت میں ان کے کسی سفر کے حالات' پہلی بار مرتب ہو کر سامنے آرہے ہیں۔ شاید اس کا سبب یہ بھی ہے کہ زیرنظر سفرنامہ افریقہ سے متعلق ہے جہاں مصنف موصوف ایک طویل عرصے تک دعوت دین کے سلسلے میں مقیم اور مصروف رہے۔ ۱۹۹۷ کے اوائل میں جنوبی افریقہ کے اطبا کے اجتماع میں شرکت اس سفر کا محرک بنی۔ تقریباً ساڑھے تین ہفتوں میں حافظ صاحب نے کینیا' یوگنڈا اور جنوبی افریقہ کا ایک طویل دورہ کیا۔ احباب سے ہونے والی ملاقاتوں' اجتماعات میں خطابات' دعوتوں اور سیر و سیاحت کے احوال پر مبنی یہ روداد "ایشیا" میں قسط وار شائع ہوتی رہی۔ اب یہ کتابی شکل میں سامنے آئی ہے' جسے ایک غیرروایتی سفرنامہ قرار دیتے ہوئے ڈاکٹر انور سدید نے لکھا ہے کہ: "یہ حقیقت اور صداقت کا دل کش امتزاج ہے جو دل نشیں' نظرافروز اور روح افزا ہے"۔

چونکہ حافظ صاحب افسانہ نگار بھی ہیں اس لیے ان کا اسلوب بہت رواں اور دل نشیں ہے۔ ضمنی عنوانات نے تنوع پیدا کر دیا ہے۔ سفرنامے میں حافظ صاحب اپنے قیام افریقہ کی یادوں کو تازہ کرتے ہیں۔ احباب کا ذکر ہے' دعوتی اور تحریکی سرگرمیوں کی تفصیل ہے اور مسائل و مشکلات اور پھر کامیابی کے امکانات کا تذکرہ ہے۔ مسافر اپنے گردوپیش کی فضا' ماحول اور تاریخ و جغرافیے کا ذکر بھی کرتا ہے۔ یہ تنوع قاری کو برابر اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔ حافظ صاحب نے سفرنامے میں زیادہ تر ڈائری کی تکنیک اختیار کی ہے' جو سفرنامے کا ایک مقبول انداز ہے۔ وضاحت کے لیے جنوبی' شمالی اور وسطی افریقہ کے نقشے بھی دیے گئے ہیں مگر ان میں ملکوں اور شہروں کے نام انگریزی میں ہیں' اردو میں ہوتے تو بہتر تھا۔

بہ حیثیت مجموعی یہ ایک ایسا بھرپور اور معلومات افزا سفرنامہ ہے جسے قارئین افسانے کی طرح دلچسپ پائیں گے (رفیع الدین ہاشمی)۔

جدید تحریک نسواں اور اسلام' ثریا بتول علوی۔ ناشر: ادارہ مطبوعات خواتین' ۴۲۔ چیمبرلین روڈ' لاہور۔ صفحات: ۴۵۶۔ قیمت: ۱۸۰ روپے۔

روئے زمین پر سانس لینے والوں میں کم از کم ہر پانچواں ذی روح مسلمان ہے اور اس لحاظ سے ہر دسویں عورت مسلمان ٹھہرے گی۔ مسلمان عورت کو اسلام نے وہ مرتبہ و مقام اور وہ رتبہ عطا کیا ہے جو آج تک کسی اور دین نے اس کو نہیں دیا۔ خواتین کے حقوق کی فہرست انھیں تفویض کردہ فرائض سے کہیں زیادہ طویل ہے مگر بیشتر مسلم خواتین کو اپنی کم علمی یا لاعلمی کی وجہ سے نہ ان حقوق کا شعور ہے اور نہ اپنے بلند مقام کا ادراک۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظریں' مغرب کی ظاہری چکاچوند والی آزادی' نام نہاد مساوات مرد و زن اور اس سے جنم لینے والی بہ ظاہر کامیاب زندگی میں الجھ جاتی ہیں۔ دور حاضر میں ان کو ورغلانے کے لیے طرح طرح کے پر فریب اور سہانے نعروں کی آڑ لے کر بہت سے افراد اور ادارے بھی اپنا شرانگیز کردار ادا کر رہے ہیں۔

اس آلودہ ماحول میں ایسے صالح لٹریچر کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے جس میں مسلمان خواتین کو اسلامی معاشرے میں ان کے مقام و مرتبے' آزادی کی حدود اور ان کے حقوق و فرائض سے جامع اور مدلل انداز میں آگاہ کیا گیا ہو۔ چند سال پہلے ثریا بتول علوی کی ایک معرکہ آرا تصنیف "اسلام میں عورت کا مقام و مرتبہ" منظر عام پر آئی تھی۔ اب زیر نظر کاوش میں انھوں نے جدید تحریک نسواں کے مختلف پہلوؤں کو انتہائی جامع' مدلل اور بھرپور انداز میں پیش کیا ہے۔ آزادی نسواں کے حوالے سے متجددین اور اسلام دونوں پہلوؤں سے گفتگو کی ہے۔ اسلام کی ہدایت کی روشنی میں وہ تمام پہلو زیر بحث آئے ہیں جو مغرب کے ناقدین اور ملک کے سیکولر اور لبرل حلقے کی نظر میں قابل اعتراض قرار پاتے ہیں' پھر ان کے بھرپور اور جامع جوابات دیے گئے ہیں۔

ثریا علوی صاحبہ نے زیر نظر کتاب میں نہ صرف ستر و حجاب' نکاح' طلاق' مہر' خلع' تعدد ازواج اور عورت کی سربراہی وغیرہ جیسے مسائل پر قرآن و حدیث کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے امت مسلمہ کے لیے جو لائحہ عمل متعین فرمایا ہے وہ ہر اعتبار سے امت کے لیے نفع مند ہے' بلکہ دیت' شہادت' وراثت اور ولایت جیسے اہم اور نازک مسائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مصنفہ نے موجودہ حالات پر ان کو عمدگی سے منطبق بھی کیا ہے۔

کتاب' مجموعی طور پر اسلامی نقطہ نظر سے ایک متوازن فریم ورک میں لکھی گئی ہے۔ اس کے ابواب' فہرست' مضامین اور عنوانات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اس کی جامعیت اور افادیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ آغاز میں جدید نسوانی تحریکوں کا مغرب میں اور مسلمان ممالک میں مرحلہ وار ارتقا بیان کیا گیا ہے۔ بعدازاں مرد و زن کے درمیان مساوات کے موضوع پر مغربی تہذیب اور اسلامی احکام کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مشہور زمانہ اسلام دشمن خواتین کانفرنسوں کا احوال' خواتین انکوائری کمیشن کی شرمناک سفارشات' اہل مغرب کی معاشرتی و اخلاقی تباہی اور پھر مصنفہ کے اپنے مشاہدات' تاثرات اور جذبات کا تذکرہ معلومات افزا بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔ تحریر کی روانی' دردمندی اور اثر انگیزی پڑھنے والے کے ذہن پر ایک گہرا تاثر چھوڑتی ہے۔ آخری باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ اب خود مغرب کے سنجیدہ دانشور اور پڑھے لکھے طبقے اسلام کی پرحکمت متوازن اور قابل عمل تعلیم کی حقانیت کے معترف ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں جن میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے۔ کتاب کے آخر میں چند اولوالعزم خواتین کے ایمان افروز تذکرے بھی شامل کیے گئے ہیں جس سے عورت کو اسلام کے عطا کردہ حقوق و فرائض کی افادیت واضح ہو جاتی ہے۔

اس کتاب کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی احکامات کے مطابق عورتوں کا مقام و مرتبہ' ان کی آزادی کی حدود و قیود' حقوق و فرائض اور تمام مسائل سے متعلق مکمل تعلیمات ہمیں اس کتاب سے حاصل ہو جاتی ہیں۔ مولفہ کا طرز نگارش پراثر اور عام فہم ہے۔ کہیں کہیں جذبات حاوی ہوتے نظر آتے ہیں جس سے تحریر کا توازن متاثر ہوتا ہے لیکن مسلمان خواتین کے لیے مصنفہ کا بے پایاں خلوص اور امت کے لیے خیر خواہی کا جذبہ قابل قدر ہے (ربیعہ رحمان)۔

مطبوعات موصولہ

☆ تحریک پاکستان اور بلوچستان' پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔ ناشر: بولان بک کارپوریشن' زمانہ سٹریٹ' سرکی روڈ' کوئٹہ۔ صفحات: ۱۸۸۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔ [ایسی کتابوں کی توضیحی فہرست جن میں تحریک پاکستان کے ضمن میں بلوچستان کا ذکر ہے۔ اس موضوع پر بعض لکھنے والوں کا مختصر تعارف اور ان کے مضامین کی فہرست۔ اپنے موضوع پر ایک مفید مآخذ]۔

☆ ادا جعفری' فن اور شخصیت' مرتبہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری' امراؤ طارق۔ ناشر: حلقہ نیاز و نگار' کراچی۔ صفحات: ۳۹۱: قیمت: ۲۵۰ روپے۔ [معروف شاعرہ ادا جعفری کی شخصیت و شاعری اور ان کی خود نوشت پر برعظیم کے ۲۵ معروف ادیبوں اور ناقدوں کے مضامین اور تاثرات کا مجموعہ]۔